عن الروح - (بخاری ص۲۴) و بیقراری جو بوقت نزول وحی ہوا کرتی زائل ہوئی تو آنحضرت نے یہہ آیۃ پڑہ سُنائی اِس آیت و حدیث سے صاف ثابت ہوا کہ آنحضرت کو حقیقت روح کا علم نہتا۔ اور اگر وحی (جو بقول آنزایل صاحب آلہ علوم حقایق ہے) امرطبعی و داخل طبیعت یا خیال ہوی ہوتا تو حقیقت روح کیا؟ حقیقت خداتعالیٰ کا علم بہی آپ کے لئے ضروری تہا۔ **علاوہ** برین اِس آیۃ سے یہہ بہی معلوم ہوا کہ وحی ایسا امر خارجی و اکتسابی و عارضی ہے کہ بعد نزول و حصول اُسکا اُٹہا لیجانا اور آنحضرت کے سینہ سے محو کر دینا ممکن تہا خدا چاہتا تو ایسا کر دیتا پر اُس نے اپنے فضل و کرم سے ایسا نہین کیا۔

اب ہم کہان تک آیات کو شمار کرتے جائین اِن آیات عشرہ سے ہمارا ایک استدلال باستعانت مقدمہ اولیٰ تو صحت کو پہنچا۔ جسکا خلاصہ یہہ ہے کہ بعض امور کی نسبت آنحضرت پر کئی دنون تک باوجود شدت حاجت و سخت میلان طبیعت کے نزول وحی نہین ہوا اور بعض امور مین عمر بہر وحی کا انقطاع رہا اور اگر وحی امرطبعی و داخلی ہوتا تو یہہ تاخیر یا انعدام وحی ہرگز نہوتا۔ **شائد** اِس استدلال پر حضرات نیچریہ یہہ **اعتراض** کرین کہ طبعی ہونا وحی کا اِسکے غیر محدود ہونیکا مقتضی نہین ہے تا کہ بواسطہ وحی وقت قیامت و روح وغیرہ مغیبات کا علم بہی نبی کے لئے ضروری ہو۔ دیکہو مچہلی کے لئے تیرنا امر طبعی ہے تو اسکا یہہ مقتضائے تہوڑا ہی ہے کہ وہ تمام جہان کے دریا و سمندرون سے تیر نکلے اِسکا جواب یہہ ہے کہ تمنے خود وحی کو بلا قید و حصر آلہ انکشاف حقایق اشیا ٹہرایا ہے اور ان اشیا کو محدود نہین کیا۔ جس سے وحی کا غیر محدود ہونا سمجہا گیا ہے اور بواسطہ اس کے اُن مغیبات کا علم نبی کے لئے ضروری ٹہرایا گیا۔ اب اگر بر طبق مطلبش در بطن شاعر اِس کلام کا یہہ مطلب دل مین رکہتے اور بیان کرتے ہو کہ اُن اشیا سے بعض اشیاء مراد ہین جو نبی کو معلوم ہو چکی ہین تو بہی ہمارا استدلال (آیات قسم دوم سے نہ سہی) آیات خمسہ قسم اول سے تو صحیح و ثابت ہے۔ جن امور محدود و محصور کا دریافت کرنا قوت وحی مین داخل تہا انہین وحی کا مدت ہا دراز تک کیون تاخر و انقطاع رہا اور عین موقع ضرورت و حالت شوق و میلان طبیعت پر انکو کیون نہ دریافت کیا گیا۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah.

اسی مچھلی کی نظیر کو دیکھئے۔ جس حد تک مچھلی کے لئے تیرنے کی قوت ہوتی ہے اس حد تک جیسا وہ تیرنا چاہے بشرط عدم مانع تیر سکتی ہے۔ اسیطرح جن امور کا دریافت کرنا قوت وحی مین داخل تہا ان امور کو صاحب وحی نے بوقت خواہش وحاجت کیون نہ دریافت کرلیا۔ کیا یہہ تعجب کی بات نہین ہے کہ وحی آپ کے طبعی اقتدار مین ہو پہر اسکی ذریعہ سے اپنے گہر کا حال آپ پر نہ کہلے۔ بریرہ لونڈی سے آپ اپنے اہلبیت کی برات کا حال پوچہین اور اپنے دلی مشیر وحی سے دریافت نہ کرین اور اس کشمکش مین مہینا بہر رنج وتردد مین مبتلا رہین۔

ایسے امور کے بروقت شوق وحاجت ومیلان طبیعت کے نہ کہلنے سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ وحی فوارہ کی مانند اندر سے نہین اٹہتی اور وہ داخلی امر نہین ہے بلکہ مینہ کی طرح اوپر سے برستی ہے اور تار برقی کی مانند خارجی امر ہے۔ اسکا نزول وحصول طبیعت نبی کے اختیار مین نہین ہے۔ بلکہ طبیعت اسمین اس بے اختیار آئینہ کے مانند ہے جس پر آفتاب یا کوئی اور فعل مختار فیضان انوار کرتا ہے وہو المدعا۔ **استدلال دوم**۔ بہت سی آیات مین یہہ بہی پایا جاتا ہے کہ جو کچہہ آنحضرت پر وحی ہوا ہے وہ آنحضرت نے بڑی مشقت وجد وجہد سے جبرئیل امین سے سیکہا ہے جب جبرئیل امین وحی لاتے تو آنحضرت صلعم انکے ساتہہ پڑہنے لگ جاتے اور اسمین بہت تکلیف اٹہاتے۔ چنانچہ اس مضمون کے آیات نمبر ۹ و ۱۰ امین بصفحہ ۲۶۶ و ۲۸۴ وغیرہ نقل ہو چکے ہین۔

اور سورہ طہ مین ارشاد ہے کہ اس قرآن کے سیکہنے مین تو جلدی نہ کیا کر پہلے اس سے کہ تیری طرف اسکا وحی ہونا تمام ہو

ولا تعجل بالقرآن من قبل ان يقضى اليك وحيه وقل رب زدنى علما۔ (طہ ع ۶)

قال المفسرون كان النبى صلعم يبادر جبرئيل فيقرأ قبل ان يفرغ جبرئيل من الوحى حرصا منه على ما ينزل عليه منه فنهاه الله عن ذلك۔ ومثله لا تحرك به لسانك لتعجل به (فتح القدير على ما نقله فى فتح البيان) ومثله فى التفسير الكبير جلد ۶

اور کہہ اے رب میرا علم زیادہ کر۔ تفسیرون مین لکہا ہے کہ آنحضرت صلعم قرآن پڑہنے مین جلدی کرتے جبرئیل کی قرات سے فارغ ہونے سے پہلے یعنی ساتہہ ساتہہ پڑہنے لگجاتے خدا تعالی نے اس سے منع کیا ایسا ہی جو دوسری آیت مین ارشاد ہے۔ اس قرآن کے ساتہہ تو اپنی زبان نہ ہلا کہ وہ تجہے جلد آجائے۔

مضامین محقق بہاری جنکی اشاعت کا ضمیمہ نمبر۸ مین وعدہ ہوا گیا تہا

نمبر۱

مُعجزہ اور قانون قدرت

تفسیر قرآن نیچری خان صاحب مین مُعجزہ سے انکار ہوا ہے اور اُسپر وما منعنا ان نرسل بالایات الا ان کذب بہا الاولون کو دلیل ٹھہرایا ہے ۔

مین کہتا ہون یہہ کہنا ایسا ہے جیسا حضرت مسیح نے کہا ہے چنانچہ متی باب ۱۲ ورس ۳۸ مین ہے تب بعضی کاتبون اور فریسیون نے پھر کے کہا اے مرشد ہم چاہتے ہین کہ تیرا ایک مُعجزہ دیکھین پر اُس نے اُنہون کے جواب مین کہا کہ اِس زمانہ کے بدذات اور حرامکار لوگ معجزہ ڈہونڈہتے ہین پر اُنہین کوئی معجزہ سوائے یونس نبی کے نشان کے دکہایا نجائیگا (تعلیقات جناب منشی چراغ علی صاحب بجواب پادری عمادالدین لاہوری صفحہ ۴۳) اور مُعجزہ کے باب مین حکما و علماء یورپ مختلف ہین جو لوگ پابند کتاب ہین وہ مقر و مثبت معجزہ ہین اور جو ملحد و لامذہب ہین وہ منکر و مکذب ہین اور چونکہ خان صاحب بہادر اکثر ملحدون و لامذہبون کی تقلید کو پسند کرتے ہین اِسلئے انکار معجزہ مین بہی اُنہی ملحدون کی تقلید پر چلے ہین ۔

مُعجزہ کا انکار سب سے پہلے ایک بڑے مشہور ملحد **ہوم صاحب** نے کیا ہے اُسکے بعد جو منکر ہوا ہے اُسیکا مقلد ہے یہانتک کہ اسکا سلسلہ وراثت خان صاحب بہادر کو پہنچا ۔

اِس باب مین **ڈی ڈبلیو ٹامس صاحب** ایم اے پرنسپل میتہوڈسٹ ایپسکوپل چرچ نے ایک کتاب لکہی ہے جسمین اُن ملحدون کے قول کو رد کیا ہے اور معجزہ کا قانون قدرت کے مطابق ہونا ثابت کیا ہے ہم اسمقام پر اُسکا انتخاب دہکلا مطلب نقل کرتے ہین ۔ اُسمین ہمنے اتنا تصرف کیا ہے کہ مصنف نے تمامی کلام کو صرف اثبات معجزات مسیح سے مخصوص کیا ہے اور ہمنے اسکو عام معجزات کا مثبت بنا دیا ہے

اور نیز اُس نے بخیال الوہیت حضرت مسیح کے معجزات کو مسیح کی طرف منسوب کیا ہے اور انہی کو خالق معجزات ٹھہرایا ہے اور ہمنے اُن معجزات کو خدا کی طرف منسوب کیا ہے جو مسیح اور اسکی والدہ صدیقہ کا خالق ہے باقی مضمون سب اُسی مصنف کا ہے۔

وہو ہذا

جاننا چاہیے کہ لفظ معجزہ کے اصلی معنی وہی ہین جو عجیب کے ہین۔ لیکن یہہ کچھہ ضرور نہین ہے کہ جو فعل عجیب ہو معجزہ کہلاوے ممکن ہے کہ ایک چیز عجیب وغریب ہو اور معجزہ نہ کہلاوے بلکہ فطرت کے مطابق ہو اور ہمکو بوجہہ عدم واقفیت اُن قوانین کے عجیب وغریب معلوم ہوتی ہو۔ پس معجزہ نام اُس فعل کا ہے جو طاقت انسانی سے باہر اور فطرت کے عام قوانین مقررہ سے مختلف ہو جسکو خود خدا نے اپنے کسی حکم یا پیغمبر یا رسول کی تصدیق کے واسطے ظاہر کیا ہو اور ممکن ہے کہ اس معجزہ سے قوانین فطرت مین جنپر قوام دنیا کا موقوف ہے کسیطرح کی مداخلت ظاہری پائی جاوے لیکن وہ درحقیقت مخل قوانین فطرت یا خلاف قوانین علت معلول کے نہین ہوتا بلکہ عام نظام خلقی کی مقرری قاعدے سے مخصوص ہوتا ہے۔ اسمین فرق اتنا ہے کہ جو معلولات نظام خلقی کے قواعد عامہ کے موافق ہوتے ہین انکو ہم فطرت کہتے ہین اور جو اس ترتیب عام سے جدا ہون انکو معجزہ کہتے ہین مثلاً رات و دن کا ہونا اور تغیر ایام اور پتون کا مرجہانا اور گر پڑنا ندیون اور دریاؤن کا بہنا بخارات کا اٹھنا۔ سب باتین فطرت کے مقرری قواعد کے موافق ہوتی رہتی ہین یعنی نظم و نسق انکا برابر ایک ہی ترتیب سے جاری ہے جس سے خدا کی قدرت کہ وہ جہان کا محافظ اور ناظم ہے ظاہر ہوتی ہے اور معجزات مثلاً مسیح کا مردون کو جلانا اور پانچ جو کی روٹیون اور تہوڑی سی مچہلیون کو اسقدر بڑہا دینا کہ پانچہزار آدمی کہالین اور پہر بارہ ٹوکرے بچ رہین یا محمد رسول اللہ صلعم کا ابو طلحہ کی دعوت مین ایک روٹی سے ستر یا اسی آدمی کو رجا دینا۔ اور حدیبیہ کے دن ایک چہوٹی سے برتن کے پانی سے پندرہ سو آدمی کو وضو کرا دینا یہہ سب کام تجربہ کے برخلاف اور طاقت بشری سے باہر ہین اور یہہ خدا کی قدرت کے غیر معمولی عمل ہین اور اسیواسطے معجزات کہلائے اور کبہی خلقت کے عام ترتیب

کہ یہی معجزات سلے ہوتے ہین۔ یعنی خدا کو اختیار ہے وہ جو چاہے تو انہین چیزون سے جو موافق مقرری قاعدون کے معمولی نتائج پیدا کرتی ہین دفعتہً ایسے نتائج ظاہر کر دے کہ جو معمولی نتیجہ سے بالکل مختلف ہون مثلاً موسیٰ نے دریا پر ہاتہہ بڑہایا اور خداوند تعالےٰ نے بسبب بڑی شرقی آندہی† کے تمام رات مین

---

† یہہ مصنف کی رائے ہے جو عیسائی مذہب ہے اہل اسلام کا اس مقدمہ مین یہہ اعتقاد کہ بیان غیر معمولی وغیبی ہے:

فاوحینا الی موسیٰ ان اضرب بعصاک البحر فانفلق
فکان کل فرق کالطود العظیم وازلفنا ثم الآخرین
وانجینا موسیٰ ومن معہ اجمعین ثم اغرقنا الآخرین (شعرا ۴)
واترک البحر رہوا انہم جند مغرقون
(دخان ۱۶)

یہ کام لیا گیا ہے خدا نے موسیٰ کو حکم دیا کہ اپنی لاٹہی دریا
کو مار اُس نے لاٹہی ماری تو دریا پہٹ گیا اور پانی کہڑا ہو گیا
اور ہر ایک ٹکڑا پانی کا پہاڑ کا سا ہو گیا پس موسیٰ علیہ السلام
اور اُن کے ساتہہ والے اُن درون سے نکل گئے
اور فرعون اُنہین پہنچا تو وہ معہ لشکر غرق ہوا۔

جناب خان صاحب بہادر اس مقدمہ مین ایسی ٹیڑہی چال چلے ہین جو نہ اہل اسلام کے موافق ہے نہ عیسائیون کے آپ بصفحہ ۹۹ وغیرہ تفسیر تبرّی کی فرماتے ہین کہ وہان جیسا دریا نہ ٹہر گیا تہا اور نہ پہٹ گیا تہا اور نہ اُس کا پانی خشک ہو گیا تہا۔ بلکہ وہان سمندر مین مدوجزر ہوا تہا جسکو ہندی مین جوار بہاٹا کہا جاتا ہے جب حضرت موسیٰ پہنچے تو جزر یعنی پانی اُترنے کا وقت تہا اسلئے وہ پار اُتر گئے۔ جب فرعون پہنچا تو مد آگیا اسلئے وہ غرق ہوا۔ بیان معجزہ خلاف عادت نہین ہوا۔ اسکا جواب ہمارے مولوی سید الفت حسین صاحب نے رسالہ کشف راز مین جو خان صاحب بہادر کے تاریخی حالات مین مرقوم ہے خوب ادا فرمایا ہے اس مقام مین اُسی کا نقل کرنا کافی ہے آپ فرماتے ہین۔ بہت تعجب و نہایت افسوس ہے کہ پیغمبر صاحب نے مدوجزر کا نام تو سُن لیا مگر ابہی شاید یہہ معلوم نہین کہ جزر کی حالت مین سمندر ایسا پایاب کبہی نہین ہو سکتا کہ فوج پار ہو جاوے۔ ہان پانی پہیلا ہو سکر جاتا ہے وار پار ہونیکے قابل نہین ہو سکتا۔ اور پہر اس قدر جلد اترنا انبوہ کثیر کا نہایت مشکل ہے علاوہ ازین دلدل بہت رہ جاتی ہے جسمین وہان کو اترنا پانی سے بہی زیادہ دشوار ہے معجزہ محال ہے۔ شاید کہ یہہ باتین صاحبزادہ لا مذہب نے سُنی سُنائی ہین جغرافیہ حکیم محمد خان جو بے سند پیش فرمایا ہے اس سے بحر جغرافیہ دانی سابق احد کچہ ثابت نہین ہو سکتا ہو۔ ہمنے مانا کہ سمندر کی حالت مختلف ہوتی ہے پہلے اسکا ثبوت بخوبی دو کہ ان دنون خاص ایسی حالت بحر قلزم کی تہی

دریا کو چلایا اور دریا کو سکہا دیا اور پانی کو دو حصہ کیا۔ دیکہئے کہ پانی کے قدرتی کشش جو اسفل کیطرف ہے اُسوقت مین شدت طوفان اُس کشش کی مانع ہوئی۔ پس یون کہنا چاہیئے کہ خلقت کے ایک قاعدے پر دوسرا قاعدہ دفعۃً غالب آگیا نہ یہہ کہ کوئی امر خلاف قاعدہ فطرت ہوا بااینہمہ اسکے معجزہ ہونے مین کچہہ کلام نہین وہ ایسا صریحی اور حقیقی ہوا کہ گویا خُدا نے بلا علاقہ عام قوانین فطرت یعنی اُن قاعدون کو توڑ کر وہ معجزہ دکہلایا پس بلاشک ہم نہین کہہ سکتے کہ وہ امر خلاف قواعد فطرت ہوا تہا وہ فعل کسی اور قاعدہ نامعلومہ کے مطابق جسکو ہم آدمی نہین جانتے وقوع مین آیا ہو الغرض معجزے کے معنون کی تصریح مینے اس مقام پر اسوجہہ سے کی ہے کہ خاص اعتراض معجزون پر صحیح معنون کے نہ جاننے

اور اتنی ہی دیر مین مد آگیا جو لشکر فرعون ہوگیا۔ تعجب کہ انہین معلوم ہوا حالانکہ اس قدر جلد یکبارگی مد جزر نہین آسکتا۔ یہہ کشش تو جون جون چاند گہٹتا بڑہتا ہے اُسی قدر دو دو ہفتہ مین ہوتی جاتی ہے سمندر کے پانی کا اتار چڑہاؤ اس قدر جلد آناً فاناً نہین ہوتا اور راستہ صاف ہوتا تو کیسا۔ اب کوئی تاریخ خاص کسی مورخ نامی کی ایسی لائیے جس سے کمال ہیئت دانی بہی ثابت ہو کہ وہ بہی اسمین اختلاف بد ہتا۔ **راقم** کہتا ہے بطلان تاویل سراپا تسویل جناب پر اور وجوہات بہی شاہد ہین جنکا بیان ہم کسی مستقل تحریر مین کرینگے۔ **یہہ بڑی قوی** وجہہ ہے کہ اگر یہہ مد جزر ہوتا تو فرعون اور اسکے تمام ارکان دولت وعامہ خلائق کو معلوم نہ ہوتا۔ ؟ کیا یہہ **تعجب** کی بات نہین ہے ؟ کہ حضرت موسیٰ (جنہون نے حضرت شعیب کی بکریان چرائین ایک مدت عمر بسر کی اور علوم و تجارب دنیاوی سے انکو خبر پوری نہ تہی) مد جزر کو جانین اور فرعون جو وقت کا بادشاہ تہا اور کمالات دنیاوی مین یہہ دعوی رکہتا تہا کہ ادعاء الوہیت سو نچوکا اس سے بے خبر ہے اور یہہ نہ سوچے کہ وقت عبور موسی تو وقت جزر تہا اب وقت مد آگیا ہے اسمین پہر پار اترنا کہان ممکن ہے۔

ایسا ہی قوم موسی سے (جنمین بہتیرے معمر دنیادار و تجربہ کار بہی تہے **تعجب** ہے کہ وہ بہی وقت جزر کو نہ جانے۔ لشکر فرعون اور دریا کو دیکہتے ہی پکار اُٹہین کہ بس ہم تو پکڑے گئے پہر حضرت موسیٰ کے صرف اتنے ہی کہنے پر کہ میرا رب میرے ساتہ ہے مطمئن ہوگئے۔

> فلما تراء الجمعان قال اصحاب موسی انا
> لمدرکون قال کلا ان معی ربی سیهدین ۔
>
> (شعراء ع ۴ -)

اڈیٹر۔

سے ہے مثلاً بعض یہہ اعتراض کرتے ہین کہ جب قوانین فطرت خدا کے بنائے قوانین ٹھہرے تو پھر اُنمین تغیر و تبدل یا کسیطرح کی اصلاح کیونکر ممکن ہے یعنی خدا اپنے قانون کو آپ نہین توڑتا پس معجزہ ہونا غیر ممکن ہے، اسکا جواب یہہ ہے کہ واقع مین خلقت کیواسطے کچھہ قاعدے مقرری پائے جاتے ہین جنکو ہم قواعد فطرت کہتے ہین اور وہ بیشک خدا کے مقرر کئے ہوئے ہین لیکن نفس قواعد پر غور کیجاوے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ بالذات کچھہ قدرت نہین رکہتے کہ کسی نتیجہ کو پیدا کرسکین وہ تو صرف نام ہے اُس طریقہ عام کا جو خدا نے اپنے جہان کی محافظت کی اور طرحطرح کے تغیرات کیواسطے مقرر کیا ہے یہہ دعوی کہ وقوع معجزے کا غیر ممکن ہے اسواسطے کہ قوانین فطرت منسوخ نہین ہوسکتے غلط بنا پر ہے معجزہ کسیطرح مخل قانون نہین ہے ہان اسکو ہم خود تسلیم کرتے ہین کہ جن معجزات کا ذکر کُتب مقدسہ مین پایا جاتا ہے اُنکے وقوع سے قوانین عامہ فطرت مین کسیقدر روک ہوگئی ہے جس سے خدا کی قدرت اور بہی زیادہ صفائی سے ظاہر ہوئی - اگرچہ فطرت کی ترتیب مین ذرا سا فرق آگیا اور اس قسم کے اختلاف کو جنہین فطرت کے عام قواعد سے مخالفت ہو نسخ قوانین فطرت کسیطرح نہین کہا جاسکتا - مثلاً مرغی کے بچون کو دیکھو کہ عام قاعدہ اُنکے پیدا ہونیکا یہہ ہے کہ انڈے مرغی کے تلے رکہے جاتے ہین وہ چند ہفتون معینہ تک اُنکو سیتی ہے یہان تک کہ بچہ نکل آتے ہین لیکن آجکل بغیر مرغی کے تنور مین انڈون کو مدت معینہ کی گرمی پہنچا کے بچہ نکالے جاتے ہین تو یہہ طریقہ جدید خلقت کے عام قاعدہ سے بیشک مختلف ہوا - لیکن کون کہہ سکتا ہے کہ خلاف قاعدے کے ہوا یا اسمین نسخ قوانین فطرت لازم آیا - اسیطرح گرم ملکون مین گرمی کے موسم مین پانی کا جمنا فطرت کے عام قاعدے کے خلاف معلوم ہوتا ہے تاہم آدمیون نے ایسی کلین نکالی ہین جن سے بذریعہ چند مصالحون کے گرمی کے موسم مین برف جمایا جاتا ہے اب اسکو کون کہہ سکتا ہے کہ خلاف قاعدہ ہوا اس تشریح سے میرا یہہ مطلب نہین ہے کہ جو فعل انسان سے ہو معجزہ ہے یعنی گرمی پہنچا کر انڈون سے بچے نکالنا یا گرمی مین برف جمانا یہہ بہی معجزہ ہوا نہ یہہ مطلب ہے کہ یہہ مثالین مسیح اور اُسکے حواریون کے معجزون سے مشابہت کلی رکہتی ہین کہ خدا جو تمام خلقت کا خالق اور تمام قوانین کا واضع ہے اسکو اپنے سب قوانین اور افعال کا اختیار کلی ہے اور اسی سبب سے وہ ایسی عجیب باتین

جو طاقت انسانی سے باہر ہون دکہلا سکتا ہے اور ایسے عجیب افعال کو ہم اپنی اصطلاح مین معجزات کہتے ہین ۔ ہمارا مطلب اوپر کی تشریح سے صرف اسیقدر ہے کہ جبکہ آدمی گرمی پہنچا کے بچے نکالنے اور گرمی مین برف جمانیسے فطرت کی عام ترتیب مین تغیر کرتا ہے تو خدا نے اگر اپنی قدرت کو فطرت کی عام ترتیب کے موافق نہ استعمال کیا بلکہ کسی خاص و عجیب طور سے یعنی معجزانہ طور پر ظاہر کیا تو کیا استحالہ لازم آتا ہے اگر آدمی مقررہ طریقہ کے بدلنے سے قوانین فطرت کا توڑنے والا نہین ٹہرتا بلکہ اور اسکی عقلمندی ظاہر ہوتی ہے تو خالق بہی اپنی عام ترتیب کے بدلنے سے توڑنے والا نہین ہوسکتا بلکہ اُسکی دانائی ظاہر ہوتی ہے اور جیسا کہ آدمی کے واسطے کچہہ ضرور نہین کہ جو فعل اُس سے سرزد ہو بعینہ اُسی قاعدہ فطرت کے موافق ہو کسیطرح کا فرق نہ پڑے بلکہ صدہا افعال انسان سے ایسے وقوع مین آتے ہین جو عام قاعدے سے بہت مختلف ہوتے ہین تو اسیطرح خُدا جو واضع حقیقی ان سب قانونونکا ہے اُسکے واسطے تو بطریق اولی کچہہ ضرور نہ ہوگا کہ سب بعینہ اُسی عام قاعدہ کے مطابق کرے پس مطلب یہہ ہے کہ خدا جو سب کا مالک ہے گو کیسی ہی غیر محدود قدرت رکہتا ہے اور گو کیسی ہی دانائی اور پاکی اُسکے معجزات سے ظاہر ہوتی ہے اور طریقہ قدرت مین تغیر ہو جاتا ہے لیکن قانون وہی رہتا ہے وہ کسیطرح نہین ٹوٹتا ہے جیسے آدمی اپنی قدرت خلقت مین قوانین مقررہ سے مختلف طور پر ظاہر کرتا ہے اور پہر بہی نسخ قانون نہین کہلاتا ۔ اسیطرح ممکن ہے کہ خدا بہی اپنی قدرت کاملہ سے اور طور پر یعنے قواعد عامہ جیسے اب نظم و نسق جاری ہے اُن کے سوا اور کسی صورت سے ظاہر کرے اب ہمین اسی بحث پر کُتب مقدسہ کے معجزات کو مطابقت دینا چاہیے جس حالت مین کہ انگورون سے مے بنتی ہے مسیح نے خُدا کی قدرت سے پانی سے شراب بنادی تو عام طریقے سے ذرا جُدا ہوا اسی طرح پانچ روٹیون سے کئی ہزار آدمیون کو رجا دیا یہہ بہی قدرت خداوندی کے نئے طور پر کیا ہے ان دونون صورتون مین اُس نے دفعتاً اُسی کام کو کر دیا جو موافق قاعدہ عام بہت آہستہ اور دوسرے طور پر وقوع مین آتا جسطرح عرق انگورون مین پہنچتا اور پہر اُس سے انگور شربت ہوتے اور پہر اُس سے شراب بنتی اُس نے دفعتاً ایسا کر دیا کہ پانی کی شراب ہو گئی ۔ علی ہذا القیاس اور دوسری کو سمجہہ لو ۔

پس پیدا کرنیوالی قدرت کو اس نئے طور کی قدرت سے وہ ہی نسبت ہی جو بڑے کو چھوٹے سے یا کل کو جزو سے ہوتی ہے ۔ ان صورتون مین قدرت کا قانون کہ مراد اُس سے صرف اُس پیدا کرنیوالے کو اپنی بے انتہا دانائی اور الوہیت کے مطابق ظاہر کرنا ہے خواہ عام طریقہ پر یا خاص طریقہ سے ہو نہین ٹوٹتا پس خدا کے قانون کی نسبت یہہ گمان کرنا کہ سوائے اُن عام قاعدون کے اور کوئی صورت اُسکی تاثیر کی نہین صحیح نہین ہے تو ایسا ہوگا جیسے کوئی طالب علم اپنے اُستاد سے صرف ایک دو سبق پڑھکے اُسے ازمادے یا یہہ شیخی مارے کہ مجھے اُسکے سب ہنر آ گئے ہین اگر ثابت ہو جاوے کہ فطرت چند پوشیدہ اور محدود علتون اور معلولات کی جو ہمیشہ تک ایک رہینگی پابند ہی تو لازم آویگا کہ مذہب بلکہ شان رزاقی خدا کی بہی باطل ہے اور حقوق انسانی محض دہوکا اور خدا کی بندگی اور نماز حماقت ہو لیکن یہہ خیال خلاف جمہور ہی اسکو کوئی بہی صحیح نہ کہیگا ۔ پس امکان معجزات کا انکار سخت الحاد ہے خدا کی ذات ہر طرح اپنی خلقت سے اعلی اور اولی ہے اور جیسی اسکی ذات اعلی ہے ویسی ہی اُسکی قدرت بہی ضرور ہے کہ اعلی ہو ۔ اور جیسی اُسکی قدرت قدرت انسانی سے برتر ہے ویسے ہی اُسکے افعال بہی برتر ہونا چاہئے ۔ پس اُسکی قدرت کا انکار کرنا یعنی یہہ کہنا کہ وہ ترتیب قوانین فطرت نہین بدل سکتا ہے اسکو انسان کے درجہ سے بہی گرا دینا ہے ۔ اسواسطے کہ انسان ہر وقت مین یہہ قدرت رکہتا ہے کہ قواعد فطرت مین مداخلت کرے اور چاہئے تو اُسکے نتائج بدل دے مین کہتا ہون کہ ایک ذرا سے بچے مین یہہ قدرت ہی کہ قواعد فطرت کی ترتیب مین فرق ڈالکر مختلف نتائج پیدا کرے مثلاً فرض کیجیے کوئی لڑکا باغ مین کہیلتے ہوئے کوئی اچہا پہول دیکہے اور اسکو توڑ کے تہوڑی دیر اسکی خوبی و بہار کو دیکہے پہر پہینکدے تو وہ پہول شاخ سے جدا ہونیکے سبب جلد آفتاب کی گرمی سے مُرجہا جاویگا اگر توڑا نجاتا تو یقیناً قانون فطرت کے موافق زیادہ دنون تک اُسکی تر و تازگی اور خوشبو قایم رہتی ہے ۔ دیکہیے ایک بچہ مین یہہ قدرت تہی کہ مختلف نتیجہ پیدا کر دیا ۔ پس جبکہ قانون فطرت ایسا معین نہ ٹہرا بلکہ ایک بچہ مین یہہ قدرت تہی کہ اُسکی ترتیب بدل سکتا ہے تو کون کہہ سکتا ہے کہ خدا جو سب سے اعلی اور اولی ہے نہین بدل سکتا ہے یا نہین بدلتا ہے علم و تجربہ

سے دریافت ہوتا ہے کہ خدا نے ترتیب خلقت ضرور بدلی ہے خود کرہ زمین سے یہہ بات ظاہر ہے کہ وہ دفعتًا اسی ایک صورت مین نہین پیدا ہوا بلکہ رفتہ رفتہ مختلف ترتیبون سے حالت موجود کو پہنچا ہے چنانچہ یہی علم جمادات سے معلوم ہوتا ہے ایک نوع کی چیزون کا پیدا ہو جانا پہر اُس سے نئے نئی طرح کی مخلوق کا ہونا اور اِس نئی مخلوق کی طبیعتون کے مناسب آب وہوا کا بدل جانا چونکہ یہہ سب باتین ایسی ہین کہ مقرری قواعد نہین ٹھہر سکتے ہین بلکہ خلاف ترتیب مقرری ہین اسواسطے یہہ سب گویا کاتنے بہت سی نوع بنوع کے معجزات ہوئے طبقہ زمین کی چٹانین جو نوبت بنوبت بنی ہین حقیقت مین تمام معجزات ہین جو کتب مقدسہ کے معجزات سے بہی زیادہ ہین انبیاؑ اور حواریون نے جس قدر معجزات بیان کئے ہین وہ کچہہ اُن واقعات سے جو زمین کے معدنیات مین گذرے ہین زیادہ نہین ہین ۔ علم جمادات سے یہہ بہی معلوم ہوتا ہے کہ آب وہوا مین اور اُس آب وہوا کی وجہہ سے جانورون کی حالات مین بڑا تغیر واقع ہوا ہے ۔ گرم ملکون کے جانورون کے بقئے سرد ملکون مین پائے جاتے ہین ۔ خلقت مین بہتیری ایسی چیزین ہزارہا برس قبل اس قانون مقرری کے بموجب اِس وقت کے مناسب پیدا ہوئی ہونگی اگر وہ چیزین دفعتًا ہمارے سامنے ظاہر ہون تو ہم انکو ضرور معجزہ کہین قطع نظر اسکے ممکن ہے کہ بہتیرے عالم ہون جنمین قوانین فطرت بعینہٖ وہی ہون جو اِس دنیا مین معجزات کہلاتے ہین ۔ پس اگر خدا اُن عالمون مین اپنی قدرت اِس طور پر ظاہر کرے جیسے اِس دُنیا مین ہے تو البتہ وہان کے رہنے والے متحیر ہو جاوین اور اسکو معجزہ کہین کیونکہ اُن کے نزدیک وہ بالکل نئی اور عجیب معلوم ہووین پہر جن باتون کو ہم معجزات کہتے ہین ممکن ہے کہ وہ قواعد فطرت کے مطابق ہون جنکو خدا نے اپنی دینی حکومت کی خاص مصلحتون کے واسطے مقرر کیا ہو جو مدتون کے بعد بوقت ضرورت وقوع مین آتی ہون لڑائی کے قوانین سے ہمارے اِس بیان کی اچہی طرح تشبیہہ ہو سکتی ہے مثلًا جب ملک مین صلح اور امن وامان ہوتی ہے تو ہر کام موافق قواعد مقررہ کے ہوتا ہے اور جب کوئی ہنگامہ برپا ہو تو صلح کے قوانین جاتے رہتے ہین اور مختلف قاعدے اور نئے نئے ضوابط مقرر کئے جاتے ہین تسپر بہی نفس قواعد جیسے صلح مین تہے ویسے ہی اِسوقت مین کچہہ نہ کچہہ ضرور ہوتے ہین

صرف اتنا ہے کہ ہیئت قاعدہ کے وقت مناسب بدل دی جاتی ہے لیکن یہہ بھی یاد رہے کہ خدا کا قانون محض جسمانی ہی نہین ہے یعنی حیوانات و نباتات کے طریقہ تمدن پر ہی موقوف نہین ہے بلکہ اس سے عمدہ اور اعلیٰ قانون ہے اور جیسے قوانین خلقت تمام دنیا کے واسطے ہین یہہ اعلیٰ قوانین تمام بنی آدم کیواسطے ہین یعنی مطلب یہہ ہے کہ جیسے جسم کیواسطے کچھہ قاعدے معین ہین ویسے ہی عقل اور اخلاق کیواسطے بھی کچھہ قاعدے پائے جاتے ہین جن سب کا ایک نام الٰہیات مقرر کیا ہے۔ لیکن ان سب قوانین روحانی اور جسمانی کی نسبت اگر خیال کیا جاوے تو معلوم ہوتا ہے کہ کل یہی نہین ہین بلکہ یہہ قوانین کل کا صرف جزو ہین خدا کے قاعدے اور مخلوقات اس قدر بیشمار ہین کہ ہماری ناقص عقل اندازہ نہین کر سکتی ہے اور اگر یہہ بھی فرض کر لیا جاوے کہ اسکے سب قاعدہ جہان تک ہمکو معلوم ہین ایک ہی ہین اسوقت مین بھی ظاہر ہے کہ درجے انکے مختلف ہین مثلاً جو عقل و اخلاق سے علاقہ رکھتے ہین وہ قواعد اجسام سے مختلف ہین یعنی اعلیٰ ہین چونکہ روح ذہن سے افضل ہے اسواسطے جو روحانی قاعدے ہین یعنی صفائی قلب سے عداوت رکھنے مین ضرور ہے کہ ذہن و عقل کے قاعدون سے بڑھکر ہون۔ اب سوچیے کہ اگر اعلیٰ کے جاری کرنیکیواسطے ادنیٰ کی کچھہ صورت بدل دی جاوے تو کیا قباحت ہوگی اور اسکو کون نسخ قوانین قدرت کہیگا یہی ادنیٰ کا ہمین ظاہر کرتا ہے کہ وہ اعلیٰ کا تابع و خادم ہے جیسا کہ تربیت الٰہیت ظاہر ہے آدمیون کو بھی دیکھہ لو کہ جسمی نفع کا اگرچہ ناروا ہی نہو روحانی نفع کے مقابلہ مین کچھہ خیال نہین کرتے ہین مثلاً جیسو عام تعلیم کیطرح تمام شہرون سے خرچ مدرسہ کا لیا جاتا ہے اس صورت مین عقل دولت کی حاکم ہوتی ہے یا فرض کرو کہ ہم اپنے لڑکے کو کسی جگہ مدرسہ بھیجنا چاہین اور دیکھین کہ وہان دو مدرسے تعلیم کیواسطے مقرر ہین جنمین سے ایک مدرسہ مین بہت اچھی طرح علم ادب دیکھہ پیشے دینیات ناقص طور پر سکھلائے جاوین اور دوسرے مین خاص دینیات گو کہ اور علوم کا بندوبست اچھا نہو سکھائی جاتی ہو تو ظاہر ہے کہ دینیات کے مدرسہ کو ترجیح دینگے اور دل کو اسکے سامنے محکوم سمجھینگے اسی طرح خیال کیجیے کہ قانون ملکی یہہ ہے کہ رعایا کے جائداد کی محافظت کیجاوے کہ جس طرح رعایا چاہے اُس سے نفع اٹھاوے لیکن جب سرکار کو کسی عمدہ مدرسے کیواسطے ضرورت روپیہ کی پڑے

تو اسوقت مالک مال کی رضامندی یا عدم رضامندی کا کچھہ خیال نہین کیا جاتا اگر زمین منتخب ہو گئی ہے
تو بہ جبر لیا جاتا ہے۔ نوعی فائدون کے سامنے شخصی فائدون کا کچھہ لحاظ نہین کیا جاتا۔ اسواسطے کہ
ملک کا نفع ایک شخص کے نفع پر مقدم ہے پس اگر یہان [illegible] نفع پر [illegible] کی تقدیم مقدم سمجھا جاتا ہے یا عقل و دین
کے حقوق ضمیر کے حقوق کے مقابل محفوظ نہین ہوتے ہین یا شخصی نفع کا نوعی کے سامنے خیال نہین
کیا جاتا ہے تو اسکو کون خلاف قاعدہ کہیگا اسمین یہی ہوا۔ ادنی اعلی کی تابع ہو گیا گویا ادنی اعلی مین
یا یون کہنا چاہیے کہ نفع عام مین خاص بھی ضمن آگیا اگر یہہ امر وسیع طور سے اخذ کیا جاوے تو یہہ [illegible]
قانونی کے موافق ہے اور جیسا یہہ قانون تمدن دنیا اب تک ہے جیسا ضرور ہے کہ شخص تابع ملک جسم
تابع عقل اور عقل تابع اخلاق کے ہو وعلی ہذا القیاس خدا کے [illegible] قوانین کا حال ہے کہ ادنی اعلی کے تابع
ہے۔ جمادات تابع حیوان کے اور حیوان تابع انسان کے اور اغراض دنیوی محکوم دینی کی ہین۔
ایسا ہی اگر خدا تعالی نے روحانی و اخلاقی اصول قائم رکھنے کے لئے کسی جسمانی قانون کو بدلدیا مثلاً مردہ
جلایا یا اندھون کو صرف مسیح کے ہاتھہ لگنے سے بصیر کر دیا تو اس سے صرف اتنا ہوا کہ اسی قدرت
الہیہ کی معمولی صورت کو جو ادنی مین پائی جاتی تھی آدمیت کی اعلی زندگی کے واسطے بدل دیا۔
اسمین اس نے اپنے قانون کی اعلی صورت کو بڑھایا اور ادنی کی نیابت اعلی جزو استعمال سے گویا
اپنے قانون کو عزت بخشی یہہ ظاہراً ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عام قانون قدرت جزو سے توڑ کر
تاکہ روح کا اعلی قانون قائم رہے لیکن یہہ نہ ہر گز [illegible] تحقیقی حفاظت کیواسطے بالیقین ضروریات
سے تھا اس سے کوئی نہ سمجھے کہ ہمین قوانین مقررہ فطرت سے انکار ہے ہماری تسلیم فقط یہہ ہے کہ ادنی
درجہ کے قانون کی ظاہری صورت کو اعلی سے بدل دینا قوانین فطری کے عین موافق ہے۔
ہمارا اقرار ہے کہ ایسے قواعد کا مقرر ہونا حیات انسانی کے واسطے ضروریات سے تھا اگر طلوع اور غروب
آفتاب کا کوئی وقت مقرر نہ ہوتا جیسا اب ہے اور موسم و فصل کی کچھہ قید نہ ہوتی اور بیجون کا اپنے
اقسام کے پھل لانا ضروری و یقینی نہ ہوتا تو کیسی مصیبت کی حالت مین ہم پڑے ہوتے۔ اسی
مقرری طریقہ کے سبب ہم اپنی زندگی کے حالات کا حساب کر سکتے ہین اور ہر وقت پر کام کرتے

[illegible] نہ ہو سکتے اور جہاں [illegible] ہیں اگر وہی قدرتی بطریق قانون الہیٰ نہ ہوتا جسکے مطابق دنیا کا نظام
حق جاری ہے تو ان کا ثبوت نہ ہو سکتا کیونکہ جو امر منتظم امر ہے قاعدہ ہو تو جسکی وجہ سے کوئی مذہب
بھی ثابت ہو۔ اسواسطے کہ جو ایمان کا سوال یہی ہے ممکن تھا اگر ذرا بھی پہلے سے فطرت کے
قوانین مقرر نہ ہوتے انسان عمر بھر بیکار بند ہوتا تو کسی بھی چیز پر اسکا اعتقاد و بھروسہ نہ ہو سکتا
بلکہ ان حالتوں میں تمام مذہبی باتیں [illegible] نتائج ادنیٰ عجیب عجیب کام جو ہم دیکھتے ہیں سب کے سب
اتفاقی محض ہوتے [illegible] یہ نتیجے کہ اتفاق سے ہوتے ہیں یہی نہیں کہ وقوع میں آویں نہ کوئی خاص
خصوصیت ہے۔ پس نظر بوجود بالا یہ دعویٰ ہمارا کہ باوصف مقرر ہونے قوانین فطرت کے وقوع
معجزہ کا ممکن ہے کیونکہ قوانین مقررہ ہی ان معجزوں کی دلیل ہے [illegible] ممکن نہیں بلکہ [illegible] ممکن
ہے بلکہ اسلئے قوانین فطرت مقررہ کے میں نہایت [illegible] ہوگا۔ انسان کا دینی اور ابدی نفع انہیں کے
[illegible] تمام مگر جب روز [illegible] مقصد ہے حیات ابدی کے مقابلہ میں دنیا کی تمام نعمتیں اور لذتیں
کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتی ہیں درحالیکہ یہ ساری نعمتیں مثل فطری ہماری دنیاوی حیات کے
لئے کارآمد ہیں تو ظاہر ہے کہ دین کے واسطے تو بطریق اولیٰ مفید ہونگی اسی سبب سے معجزہ کا ہونا بھی
اگرچہ فطرت کا بندوبست مقرر رہے ہی ہو گو معجزہ بلکہ امکان معجزہ کا اسی سے ہوا کہ فطرت کے قواعد مقرر
ہیں۔ [illegible] اگرچہ سب آدمی ایسا سمجھتے عمدہ چیز ہے لیکن یہ ضرور نہیں کہ وہ اور [illegible] کی نسبت
[illegible] غیر ذی حیوان ہے کہ تمام ادنیٰ درجہ کی مخلوق مثل مخلوق انسان کے تابع ہیں۔

فریق معترضین کا پہلا اعتراض جو ہے کہ فطرت کے قوانین مقرری میں سو جہت وقوع معجزہ
کا غیر ممکن ہے کیونکہ خدا جو نہ [illegible] نہ تغیر [illegible] ہے قوانین کو آپ نہیں بدل سکتا۔ اسکا جواب جیسا کہ اوپر
کئی دفعہ مذکور اور یہ ثابت ہے کہ معجزہ نسخ قانون نہیں بلکہ [illegible] قانون فطری کی ادنیٰ صورتوں کی
تثبیت میں کرنا معجزہ کہلاتا ہے جب سے نہ قانون [illegible] اور [illegible] ثابت کرے
کہ وقوع معجزہ کا جس بنا پر غیر ممکن سمجھا گیا تھا [illegible] ممکن ہے جیسے اگر خلقت کیوں اسلئے کچھ قاعدے
مقررہ ہوتے تو معجزہ کیونکر ہوتا۔ اب ہم دوسرے [illegible] کو لیتے ہیں کہ معجزہ کا ثبوت یقینی نہیں ۲

اسواسطے لایق اعتبار نہین جواب دیتے ہین۔ معلوم ہو کہ یہہ دوسرا اعتراض پہلے ہی پہل ایک بڑے مشہور ملحد ہیوم صاحب نے کیا ہے اُسکے بعد اوروں نے اسکی تقلید کی ہے غرض وجوہ خاص اس اعتراض کے جو ہین اُنمین پہلی وجہہ یہہ ہے کہ معجزہ مُستلزم نسخ قوانین فطری ہے اور دوسری وجہہ یہہ ہے کہ چونکہ وہ خلاف تجربہ ہے صرف گواہی سے اُسکا ثبوت نہین ہو سکتا ہے بلکہ اِس صورت مین معجزہ کے یقینی جاننے کی نسبت گواہی کا باطل سمجھنا زیادہ یقینی ہے اس اعتراض کا جواب جہانتک نسخ قوانین سے تعلق رکھتا ہے ہمنے پہلے ہی دیدیا ہے یہہ دعوی سرے سے ہی غلط ہے ہم نے خوب ثابت کردیا ہے کہ جسکو لوگ غلطی سے منسوخ ہونا کہتے ہین وہ درحقیقت منسوخ ہونا نہین ہے بلکہ وہ صرف تغیر ہیئت ادنی کا اعلی کیطرف ہے کیونکہ جس حالت مین معجزہ قوانین مقررہ کو بالعوض توڑنیکے اور زیادہ قایم کرتا ہے اور تقویت دیتا ہے تو یہہ اعتراض کہ وہ نسخ قوانین فطرت ہی خود بخود باطل ہو جاتا ہے۔ رہا یہہ امر کہ معجزہ کے یقینی جاننے سے گواہی کا باطل سمجھنا آسان تر ہے سو اسکے جواب مین یہہ ضرور سمجھنا چاہئے کہ معجزات کسی عام شہادت سے ثابت نہین ہوئے بلکہ خاص طرح کی شہادت سے ہم خود کہتے ہین کہ ممکن ہے کہ بعض گواہی غلط ہو لیکن یہہ نہین ہو سکتا کہ ہر طرح کی گواہی یکقلم غلط ہو کیونکہ بعض قسم کی گواہیان ایسی ہی ہین کہ غلطی و فریب سے بالکل خالی ہین یہانتک کہ ہم کہہ سکتے ہین کہ یہہ امر اُنمین ممکن نہین[†]۔

نمبر ۲

نیچر اور اسلام

آنرایبل صاحب بہادر نے یہہ بھی دعوی کیا ہے کہ اسلام نیچر ہے اور نیچر اسلام اسمین دو وجہہ سے بحث ہے اول یہہ کہ نیچر کوئی چیز مشخص و منضبط جسمین تغیر واقع ہو نہین ہے اور اس کا کوئی عام رد و بدل و کلی قانون نہین ہے پھر وہ اسلام یا اور مذہب حق جس کا انضباط و پایدار ہونا ضروری و مسلم ہے کیونکر ہو سکتا ہے حکما انگلستان سے بعض لوگون نے کہا ہے

[†] اس سے مراد وہ شہادت ہے جو تواتر سے ثابت ہو اسکا یقینی اور [illegible] ہونا مطالب عالیہ وغیرہ کتب کلام مین [illegible]

Digitized by Khilafat Library Rabwah.

مضمون محقق الہ آبادی

اسلام نیچر نہیں نیچر اسلام نہیں

آنریبل سید احمد خان صاحب بہادر سی ایس آئی نے تہذیب الاخلاق مطبوعہ ذیقعدہ ۹۵ھ میں بہت پر زور دیا ہے کہ اسلام فطرت ہے اور فطرت اسلام ہے۔ اس مضمون کے لکھنے سے ہمنے خود ہی جو کہنا کہہ دیا اور ان کو بھی دیا ہم آپ کی خاطر سے اس آرٹیکل کے بابت قولاً قولاً بحث کرتے ہیں تاکہ ان کو اور دوسرے ناظرین کو فایدہ ہو **قولہ** نیچری وہی نہیں بگڑ سکتے اور کہتے ہیں کہ موجودات عالم اور انکے باہمی تعلق پر اور ان تعلقات پر جو ما بین حقیقہ پیدا ہوتے ہیں الخ۔ **اقول** خدا کی حکمتوں اور قدرتوں کو غور کی نظر سے دیکھنا اور ان سے خدا کے وجود پر استدلال کرنا بیشک مناسب اور ضروری ہے جس سے کسیکو انکار نہیں لیکن اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ہم اپنے آپ کو نیچری کے نام سے موسوم کریں خدا نے قرآن مجید میں اپنی قدرتوں اور حکمتوں پر غور کرنے کو کہا ہے اور عقل بھی اسکو مستحسن خیال کرتی ہے مگر انہی قدرتوں کو ایک دین اور مذہب قرار دینا کم فہمی ہے کیا اگر کوئی بادشاہ کسی اپنے غلام کو حکم دے کہ تو میری

+ اس قول کا نتیجہ یہ ہے کہ ان پر غور کرے اور ان کی دلالت دیکھا ہے انکی صانع کا یقین کیجئے کیونکہ موجودات کی صنعت اسکی صانع پر دلالت کرتی ہے اور جس قدر زیادہ اور کامل علم مصنوع کا ہوتا ہے اسیقدر صانع کی معرفت کامل ہوتی ہے تو شریعت میں نیچری ہونیکی ہدایت ہے۔ خدا نے قرآن مجید میں فرمایا ہے کہ اولم ینظروا فی ملکوت السموات والارض وما خلق اللہ من شیء۔ اس آیت سے صریح نیچری ہونیکا حکم پایا جاتا ہے۔ پھر خدا تعالیٰ نے ابراہیم کی نیچری ہونیکی بزرگی کو بتایا ہے جہاں فرمایا۔ وکذلک نری ابراہیم ملکوت السموات والارض۔ پھر ان نیچری ہونیکی بزرگی کے بیان ہی پر بس نہیں کیا بلکہ اس کا حکم بھی دیا جہاں یوں فرمایا کہ افلا ینظرون الی الابل کیف خلقت والی السماء کیف رفعت والی الجبال کیف نصبت والی الارض کیف سطحت پھر یک جگہ فرمایا الذین یتفکرون فی خلق السموات والارض علاوہ اسکے قرآن میں بہت آیتیں ہیں جن سے نیچری ہونیکی ہدایت ہے۔ نیچر، جسکو خدا نے فطرت کہا اسلام کا دوسرا نام ہے۔

(دیکھو [illegible])

بزرگی اور بڑائی کو میری خدم و حشم اور اسباب سے ذہن کیا کرتے تو غلام پر لازم ہے کہ اُن خدم و حشم اور اسباب کو بادشاہ کے سارے احکام اور اصولوں کا مصدر اور منبع قرار دے افسوس ہے کہ سید صاحب نے لفظ فطرت سے نیچری بننا تو سیکھ لیا مگر اور کئی ایک صریح آیات اور نصوص سے منکر ہو گئے حشر اجساد اور دوزخ و بہشت وغیرہ کی بابت صدہا آیتیں صادر ہو چکی ہیں اُن سے برابر اعراض اور انکار ہے خداوند کریم جو لوگوں کو اپنی صنایع اور حِکَم کے دیکھنے کی طرف توجہ دلاتا ہے اُس سے صرف اتنا ہی منشا ہے کہ انکو دیکھ کر میری بزرگی اور حکمت اور قدرت کے قائل ہو نہ یہ کہ انکو مصدر احکام الہی اور منبع اصول مذہبی سمجھو فطرت کسی وجہ سے مرادف اسلام نہیں ہو سکتی کیونکہ ہر ایک شے کی فطرت دوسری شے سے الگ اور جدا ہے اور اسلام اپنے اصولوں اور احکام میں ایک ہی صورت اور سیدھی پر قایم اور ثابت ہے غور سے معلوم ہوتا ہے کہ فطرت عموماً دو قسم پر منقسم ہے عامہ اور خاصہ عامہ وہ فطرت ہے جو ہر ایک نوع میں بالعموم پائی جاتی ہے جیسے انسانوں کا دو قدموں پر چلنا۔ بہایم کا چار پاؤں پر۔ خاصہ وہ ہے† جو ہر ایک فرد کے ساتھ مختص ہے [illegible] کے قول کے بموجب بہ نسبت عوارضات کی حدوث اور لحوق سے بدل بھی جاتی ہے جیسے درخت رنگترہ کی فطرت تو یہ ہے کہ جب رنگترہ ہی پیدا ہو مگر جب اسکا پیوند کریں میٹھے لگنے شروع ہو جاتے ہیں جب فطرت کوئی خاص اور مشخص شے‡ نہیں ہے بلکہ موجودات الہی کے خصائص طبعی اور عوارضات قدرتی کا نام ہے تو اسکو اسلام کا مرادف بنانا کیا۔ کمزور خیال ہے سید احمد صاحب آیۂ کریمہ فانظر الی الجبل سے اپنے آپکو اور اسلام کو نیچری ثابت کرتے ہیں صاحبو اگر فطرت الٰہی موجودات دین اسلام کے مرادف ہوتی اور ہمارے دین محمدی کے اصولوں میں سے ایک دینی اصول تھا تو اس آیت کی تنزیل کی کیا ضرورت تھی لو انزلنا ھذا القرآن علی جبل لرأیتہ خاشعاً متصدعاً من خشیۃ اللہ یعنی خدا فرماتا ہے کہ اگر یہ قرآن پہاڑوں پر نازل کیا جاتا تو وہ خوف الٰہی سے لرز

---

† اسکی تفصیل بہ تمثیل محقق بہاری کے مضمون نیچر کے ذیل میں ہے - اڈیٹر۔

‡ راقم نے اس بات کو بڑے زور و شور سے اشاعۃ السنہ نمبر ۳ و ۴ جلد ۷ میں ثابت کیا ہے جسکا جواب آجتک طرف ثانی نے نہیں دیا ہے نہ کوئی آیندہ دے سکتا ہے - اڈیٹر۔

کہا جاتی۔ جب جبال جنکو سید احمد صاحب نیچر اور قرآن اور اسلام قرار دیتے ہین قرآن اور اسلام تہے تو پہر یہ آیت جس سے صاف طور پر نیچر اور قرآن مین تمیز ہوتی ہے کیون نازل ہوتی پہاڑ تو قرآن اور اسلام کا مرادف تہا اسکو خشیت سے کیا علاقہ اگر سید احمد صاحب کے اقوال کو صحیح مانا جاوے تو اس آیت کے یہ معنی ہونگے اگر قرآن قرآن پر نازل کیا جاتا تو قرآن خشیت الہی سے کانپ جاتا کیا کوئی دانا آدمی ان معنون کو صحیح خیال کریگا ہرگز نہین۔ اگر ہم سید احمد صاحب کے بہروسہ پر اس امر کو مان بہی لین کہ اسلام نیچر کا مرادف ہی تب بہی بڑے بڑے اوق اور لاحل اعتراضات اور خدشات سے پیچہا نہین چہوٹتا۔ فرض کرو کہ اسلام فطرت کا مرادف ہے اور فطرت ہر ایک شے کو حاصل ہے اور وہی فطرت اسلام ہے۔ اس سے قرآن کا نزول اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کو بٹہ لگتا ہے اس وجہ سے کہ جب ہر ایک شخص بجاے خود فطرت کی ہونیسے مسلمان ہے تو پہر قرآن کے نزول اور نبیون کی بعثت کی کیا ضرورت ہے کسواسطے کہ آپکے قول کے بموجب ہر ایک شخص کو فطرت حاصل ہے اور وہی فطرت اسلام ہے قرآن کے نزول اور بعثت آنحضرت سے تحصیل حاصل لازم آتی ہے وہذا خلف۔ دوسرا یہ کہ ہر ایک شخص دین اختیار کرنیکی طرف راغب ہے چاہتا ہے کہ کسی دوسرے شخص کے تحقیقات کو وزن کرکے دیندار بنے جب لوگون کی فطرت مین مذہب و دین داخل تہا تو پہر ایک انسان باوجود اس فطرتی خاصہ کے موجودگی کے دوسرون کی طرف کیون دوڑتا ہے لازم تو یہ تہا کہ اپنی فطرت سے مدد لیکر نجات کا طالب ہوتا مگر اسکی الٹی پیٹری جم جاتی ہے نہ تو اسکو فطرت اس اضطراب کیوقت پہاڑ و نکیطرف رغبت دلاتی ہے اور نہ چاند سورج کیطرف نہ سیدہا بزرگون اور نبیون کیطرف ہی چلتا ہے۔ اگر سید صاحب یہ کہتے کہ انسان فطرت کی تقاضے سے ایک قانون الہی اور اقتدا نبی کا محتاج ہے تو شاید بن پڑتی۔ اسلام کے اصول اور احکام مشخص اور حل شدہ ہین انمین کسی قسم کا نقص اور کمزوری نہین پائی جاتی فطرت جس سے اسلام کو نسبت دیجاتی ہے مجہول الکیف ہے کسی حکیم اور نیچری نے آجتک باوجود شب و روز کی کوششون اور محنتون کے حقایق الاشیاء اور دقایق فطرت کو معلوم ہی نہین کیا حکیم مارہ ہتولن اور ارسطاطس کا قول ہے کہ حقایق الاشیاء کا حیطہ قدرت مین آنا ناممکن اور محال ہے اس لیے کہ حضرت جل جلا

کی حکمتیں و قدرتیں دن بدن ترقی پکڑتی جاتی ہیں اور انسانوں کی عقلیں بشریت کے تقاضا سے اُنپر حاوی اور محیط نہیں ہوسکتی **کارن** صاحب کہتے ہیں کہ جو شخص یہہ دعوی کرے کہ میں حقایق الٰہی پر محیط اور حاوی ہو گیا ہوں یا کسی وقت میں ہو جاونگا میں اُسکو پاگل اور مجنون جانتا ہوں ورنی صاحب فرماتے ہیں کہ گو میں بھی صمدیت کا قایل ہوں مگر سچ یہہ ہے کہ اجرام سماوی کی بابت جو ہزار برس تک تحقیقات کی گئی ہے اُس سے اضطراب اور تذبذب کے سوا کچھہ بھی حاصل نہیں ہوا۔ ایک حکیم کچھہ کہتا ہے اور ایک کچھہ فلاسفرز اور حکیموں کا اختلاف ہی شاہد ہے کہ آجتک کسی فلاسفر اور حکیم کو حقایق کے ادراک کی ڈگری حاصل نہیں ہوئی سب کے سب مضطرب اور بیقرار ہیں البتہ العدم اور اسلام سے ان امور کی بابت سیدھی طور پر تسلی ہو جاتی ہے حشر اجساد کی بابت فلاسفروں نے تنگ آکر انکار ہی کر دیا افسوس اس بات پر دھیان نکیا کہ جس نے پہلے نابود سے موجودات کو بود کیا کیا وہ پھر پیدا نکر سکیگا۔ جب فطرت کامل طور پر معلوم نہیں اور اُسکو کوئی شخص ایک حالت میں محیط اور منضبط نہیں کر سکتا تو اسلام کو اُس سے مقارن اور مرادف کہنا زور آوری نہیں تو اور کیا ہے اسلام کے پورا اور کامل کرنیکے حضرت رب الافواج قرآن مجید میں صاف طور پر فرماتے ہیں الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی الخ اگر اسلام قانون قدرت کا مرادف ہوتا تو ضرور یہہ حصہ یعنی تکمیل اور اتمام اُسکو بھی ملتا تو کوسوں کا فرق ہے **قولہ** اسلام ایک سیدھا مذہب† ہے الخ۔ **اقول** اسمین شک نہیں اسلام سارے مذاہب و ادیان سے صاف اور سیدھا ہے مگر سید صاحب کا یہہ بولی بولنا معروف

---

† تتمہ قول کا یہہ ہے کہ لامذہبی یا جو لوگ اپنے خیال میں سمجھہ رکہی ہے در حقیقت اسلام ہی کا ایک نام ہے عدم مخصوص کا نہ وجودی نہیں پس لامذہب بہی اپنی مذہب رکہتا ہوگا اور وہی اسلام ہے۔ مذہب ان رسوم اور قیود سے ممیز ہوتا ہے جیسے ہر ایک مذہب مقید و ممیز ہے۔ ان قیود اور ممیزات کو نہ ماننا لامذہبی کہی جاتی ہے۔ پہر اگر تمام جہان کے مذاہب کی اُن قیود و ممیزات کو جنسے ایک مذہب دوسرے سے ممیز ہوا ہے نکال ڈالو تو بہی کوی ایسی چیز باقی رہیگی جو باقی ہوگی یعنی اسکی تخصیص مذہب دون مذہب نہوگی اور وہی لامذہبی ہوگی اور وہی اسلام ہے اور وہی عین نیچر اور عین فطرت ہے۔ اڈیٹر

ہی اسلام ہے اور انہیں کا جو طریقہ ہے وہی اسلام ہے وہاں خوش فہمی پر دلالت کرتا ہے یہ تو بجا ہے کہ سید صاحب نے مذہب کو کیا خیال کر رکھا ہے اس میں کچھ شک نہیں کہ ہر ایک اصول و طریقہ کا واضع اپنی زبان میں اپنے اصولوں و طریقوں کی حقیقتوں کو بیان کر سکتا ہے جب وہ مذہبی تو اس طریقہ کا نام ہے جس میں دینی و کتاب و ... و سنن ... دنیوی ... کیا جاوے۔ حلال و حرام میں مطلقا فرق اور تمیز نہ کیجاوے اگر حضور کو اعتبار نہ ہو تو جان نکال کے لامذہب کے خیالات دیکھ لیں۔ یہ تو لامذہبی ہوئی اب اسلام کو دیکھیے کہ وہ کس طریق اور اصول کا نام ہے خود بانی اسلام سے جب اسلام کی بابت سوال کیا گیا تو جواب میں کہا گیا کہ (الاسلام ان تشهد ان لا اله الا الله وان محمد رسول الله وتقيم الصلوة وتؤتي الزكوة وتصوم رمضان وتحج البيت ان استطعت اليه سبيلا) (الايمان ان تؤمن بالله وملئكته وكتبه ورسله واليوم الآخر وتؤمن بالقدر خيره وشره) متفق علیہ۔ نصوص قرآنیہ و آیات کلام الہی بھی انہیں باتوں و عملوں کو اسلام سے موسوم کرتی چنانچہ ارشاد ہوتا ہے (ويقيمون الصلوة ويؤتون الزكوة) یہ اور سورتوں میں مسلمانوں اور مومنوں کی ایک نشانی اور علامت بیان کی گئی ہے ... مبادہ ہوتا ہے (كنتم خير امة اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنهون عن المنكر) اسی آیت کریمہ کے موافق حضرت نے ارشاد فرمایا ہے (لا يزال من امتي امة قائمة بامر الله) اور یہی آیت کریمہ اور حدیث شریف میں حضرت جل جلالہ اور سید حبیب نے اسلام کے علامات اور خواص کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے وابستہ کر دیا جب قرآن اور بانی اسلام کے ارشاد نے یہ مبادی اسلام میں اوامر و نواہی کی قیود کا پایہ جانا ثابت ہو گیا تو لامذہبی سے نسبت دینا بڑی بے ادبی اور تحقیر ہے توبہ توبہ یہ اسلام ... لامذہب مرصرعہ یہ نسبت ... + اگر سید صاحب بانی اسلام اور نصوص قرآنیہ کی شہادت سے اسلام کو عبادات ... امر مذہبی سے جنکو لامذہب عمرو وغیرہ جھوٹا خیال کرتے ہیں معرا ثابت کر دیتے تو موافقت آپ کی۔ مگر جب اسلام و نصوص قرآنیہ اور بانی اسلام کی شہادتوں سے موجود بالاوامر والنواہی والعبادات ہے تو پھر اس کا لامذہبی سے نسبت دینا ایک بڑی ... نہیں تو اور کیا ہے۔ **قولہ** اسلام کے اصلی اصولوں کے موافق وہ شخص جو نہ کسی نبی کو مانتا ہو نہ کسی اوتار کو نہ کسی کتاب الہامی کو اور نہ کسی رسم کو جو مذاہب میں فرض و واجب تعبیر کی

گئے ہین† الخ اقول سید صاحب کے اس قول سے تو ساری کتابون اور انبیاء علیہم السلام سے انکار ہی کر دیا ہے مگر اپنے قول کو ولی اوہام اور وساوس کی مدد سے ہی تقویت دی قرآن کو ساتھ لیا اور نہ حدیث کو نہ توریت کو نہ انجیل کو نعوذ باللہ سید احمد کے خیالات کی رو سے ایسا شخص جو الہامی کتابون اور اسکے مرسلین کو نہ مانتا ہو مسلمان ہے بانی اسلام اور قرآن تو گواہی دے کہ ایسا شخص کافر بلکہ اکفر ہے اور ہمارے سید صاحب اسکو مسلمان قرار دین عقل کا پھیر یا بدہضمی اسکو کہتے ہین **قرآن مجید** مین حضرت جل جلالہ نے صاف طور پر فرما دیا ہے کہ جو شخص میری کتابون اور رسولون کو نہین مانتا کافر ہے چنانچہ سورۃ النساء رکوع ۲۱ مین ارشاد ہوتا ہے ان الذین یکفرون باللہ ورسلہ ویریدون ان یفرقوا بین اللہ ورسلہ ویقولون نؤمن ببعض ونکفر ببعض ویریدون ان یتخذوا بین ذلک سبیلا اولئک ہم الکفرون حقا **ترجمہ** تحقیق جو لوگ منکر ہین اللہ سے اور اسکے رسولون سے اور چاہتے ہین کہ اللہ اور اسکے رسولون مین فرق ڈالین اور کہتے ہین کہ ہم مانتے ہین بعضون کو اور بعضون کو نہین مانتے اور چاہتے ہین کہ نکالین ایک راہ اسکے بیچ مین سے یہی لوگ کافر ہین سچ مچ۔ اے ناظرین باتمکین ذرا غور اور انصاف تو اس آیت کریمہ کو پڑہئے اللہ فرماتا ہے کہ جو لوگ میری اور میرے رسولون مین سے انکار کرکے اور راستہ نکالین گے وہ سچ مچ کافر ہین۔ سید احمد صاحب اس آیت کے بموجب چاہتے ہین کہ رسولون اور الہامی کتابون سے

---

† اس قول کا تتمہ یہ ہے۔ اور صرف خدا واحد پر یقین رکھتا ہو کوئی بھی شبہ نہین کہ وہ زردشتی ہی نہین عیسائی ہی نہین یہودی ہی نہین محمدی بی نہین پہر کون ہی مسلمان گو ہمنے ایسے شخص کے محمدی ہونیسے انکار کیا مگر اسکا محمدی ہونا ایسا ہی لازم ہے جیسا کہ اسکا مسلمان ہونا کیونکہ انہین کے بدولت وہ مسلمان کہلایا ہے پس وہ بہی درحقیقت محمدی ہے پر نا شکرا محمدی جیسے ہمارے زمانہ مین بعض فرقے ہین جو غالبا توحید ذات باری پر بکمال یقین رکھتے ہین اگر کہو کہ وہ کافر ہین تو غلط ہے کیونکہ کافر تو نجات نہین پاویگا مگر موحد سے تو خدا نے نجات کا وعدہ کیا ہے جیسا فرمایا ہے وقالوا لن یدخل الجنۃ الا من کان ہودا او نصاری تلک امانیہم قل ہاتوا برہانکم ان کنتم صدقین بلی من اسلم وجہہ للہ وہو محسن فلہ اجرہ عند ربہ ولا خوف علیہم ولا ہم یحزنون سورہ الم بقر آیت ۱۰۵ و ۱۰۶۔ اور پہر ایک جگہ فرمایا ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذلک لمن یشاء ومن یشرک باللہ فقد افتری اثما عظیما (سورۃ النساء آیت ۵۱) اور محمد رسول اللہ صلعم نے فرمایا من شہد ان لا الہ الا اللہ مستیقنا بہا قلبہ فدخل الجنۃ پس جو شخص اس کلمہ پر یقین رکھتا ہو وہ بلاشبہ مسلمان و محمدی ہے۔ اڈیٹر۔

منکر ہوکر ایک اور راستہ پیدا کرین یہ بات نیچریون پر خوب چسپان ہے گویا نیچریون کے حق مین پیشگوئی
ہے کہ وہ ماورائے اسلام ایک اور راستہ نکالین گے افسوس خدا اور رسولون کے منکرین کو کافر بناوے
اور حضرت سید احمد صاحب مسلمان۔ پھر سورہ نساء رکوع ۲۰ مین ارشاد ہوا ہے یایھا الذین امنوا امنوا باللہ ورسولہ
والکتب الذین انزل علی رسولہ والکتب الذی انزل من قبل ومن یکفر باللہ وملئکتہ وکتبہ والیوم الاخر
فقد ضل ضلالا بعیدا۔ یعنی اے ایمان والو ایمان لاؤ اللہ اور اسکے رسول پر اور اس کتاب پر جو اس نے
اتاری پہلے اور جو کوئی منکر ہوا اللہ سے اور اسکے فرشتون سے اور اسکی کتابون سے اور اسکے رسولون سے
اور آخر روز سے پس بالتحقیق وہ دور کی گمراہی مین پڑا۔ بیضاوی یون کہتا ہے امنوا باللہ ورسلہ
والکتب الذی نزل علی رسولہ والکتب الذی انزل من قبل اثبتوا علی الایمان بذلک وداوموا علیہ وامنوا
بہ بقلوبکم کما امنتم بالسنتکم وامنوا ایمانا عاما یعم الکتب والرسل فان الایمان بالبعض کلا ایمان۔
اس آیت مین بھی خداوند کریم نے منکران مرسلین اور کتب الہامی کو کافر اور گمراہ کہا ہے اور ایک اصول
قائم کر دیا ہے کہ اگر کوئی شخص کتاب اور رسول کو نہ مانیگا تو وہ گمراہ اور کافرون مین محسوب کیا جاویگا
سید احمد صاحب فرماتے ہین کہ علما کے اصولون کو ہم نہ مانین گے اچھا نہ مانین ان نصوص کو تو قبول
کرین۔ دیکھو صاحبو قرآن مجید تو منکرین کتب اور مرسلین کو بصداے بلند گمراہ اور کافر کہہ رہا ہے اور
ہمارے سید صاحب خمر نیچر کے نشہ مین سرمست ہوکر مسلمان بنا رہے ہین ھذا بھتان عظیم افسوس
سید صاحب کو نیچری دھن نے اس قدر ناچار کر دیا ہے کہ صریح نصوص اور آیات کا بھی خیال نہین بیتا کوئی ہے
کہ ہمارے سید احمد صاحب کو ہوش مین لاوے اور کہے کہ علما کے اصول اور قول تو درکنار آپ تو
قرآن سے ہی منکر ہوئے جاتے ہین۔ سورہ انعام کے رکوع ۱۹ مین ارشاد ہے وھذا کتب انزلنہ
مبارکا فاتبعوہ واتقوا لعلکم ترحمون یعنی یہ کتاب مبارک ہمنے نازل کی پس اسکی تابعداری کرو اور
خدا سے ڈرو شاید کہ تم رحم کئے جاؤ۔ سورہ بقر رکوع ۱۴ مین ہے الذین اتینھم الکتب یتلونہ حق
تلاوتہ اولئک یؤمنون بہ ومن یکفر بہ فاولئک ھم الخسرون۔ ایک دوسری آیت مین یون
فرماتا ہے۔ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول ایک اور آیت مین کہا گیا ہے قل ان کنتم تحبون اللہ

فی معنوی مجبیاً نہ پہنچتیں پورے طور پر شرح ہیں کہ جو شخص خدا کی کتاب اور اُسکے رسولوں کو نہ مانیگا
قطعاً بمراد ... کافر ہوگا میں نہیں جانتا کہ سید احمد صاحب کی عقل اور فہم کو کیا ہو گیا قرآن مجید کو اپنے
تحقیقات اور قول کے صریح منافی پاتے ہیں پھر بھی برا ٹے جاتے ہیں۔ سید احمد صاحب نے آیت قالوا
لن یدخل الجنۃ الخ جو نقل کی ہے اس سے نفس دعوی کو کچھ بھی علاقہ اور نسبت نہیں ہے من اسلم سے
ثابت نہیں ہوتا کہ منکرین کتب الٰہی اور مرسلین کافر نہیں ہیں جب خداوند کریم نے اسلام کی تعریف
ہی یہی کی ہے کہ سب کتب اور رسولوں پر ایمان لانا تو اسکے مخالف کیونکر مراد لیا جاوے اوپر کی لغتوں اور
آیت شریف مذکور سے ثابت ہو رہا ہے کہ اسلام تصدیق کتب الہامیہ اور مرسلین کا نام ہے خدا نے اس
آیت شریفہ میں لفظ من اسلم سے مراد لی ہے کہ جو شخص وجہ سے مسلمان ہوا جسکی تعریف دوسری آیات میں
بیان ہوئی ہے اسپر کچھ خوف اور اندیشہ نہیں خدا تو اسلام سے تصدیق مرسلین اور کتب الہامیہ مراد
لیتا ہے سید احمد صاحب نیچری کے ذہن میں اور ہی پہلو پہ چڑھے۔ جب خدا نے قرآن میں صدہا جگہ
بیان کیا ہے اور حضرت محمد مصطفٰے صلعم نے اپنی احادیث میں جو بمقتضی لاینطق عن الھوی درست
و صحیح ہیں اسلام کو تصدیق مرسلین اور کتب الہامیہ درسچا آوری فرائض سے وابستہ اور مربوط
کیا ہے تو پھر بہت سے سید صاحب کی مراد کو کس طرح سچی اور درست سمجھیں ہان اگر خدا اسلام کو سید
خیالات کے موافق قرار دیتا تو ضرور مان لیتے۔ اسی قول میں سید احمد صاحب نے آیت ان اللہ لا یغفر ان
اور حدیث نبوی من شہد ان لا الہ الا اللہ سے ثابت کرنا چاہا ہے کہ جو شخص خدا کی کتاب اور رسولوں
سے منکر ہو وہ مسلمان ہے نعوذ باللہ منہا خدا جانے سید صاحب کی انصاف اور عقل کو کیا ہو گیا۔
شاید سید صاحب کے زعم میں شرک صرف گور پرستی اور عبادات اصنام ہی کا نام ہے جناب من شرک چار
قسم پر ہے۔ شرک فی الذات۔ شرک فی الصفات۔ شرک فی العبادات۔ شرک فی الاحکام خدا کی
کتاب اور اُسکے رسولوں کا نہ ماننا شرک فی الاحکام ہے جب خدا نے (جیسا کہ اوپر کی آیتوں میں گذرا)
اسلام صرف اسی طریق عمل کا نام رکھا ہے کہ اسکی کتابوں اور رسولوں کو مانا جاوے اور اُن پر حسب مقدور
عمل بھی ضروری اور فرض خیال کیا جاوے تو اُن کے نہ ماننے اور اقرار کرنے سے شرک فی الاحکام لازم

آویگا۔ خدا تو یہہ کہے رہا ہے کہ جو شخص رسولون مین سے کسی ایک کا بہی انکار کرے گا وہ گمراہ اور کافر ہوگا اور ہمارے سید صاحب اسکو خاصہ مسلمان بتا رہے ہین اس سے بڑہکر اور کیا شرک ہوگا کہ خدا کی پاک کتابون اور مقدس رسولون کو نہ مانا جاوے اور پکے ملحدون اور لامذہبون کی طرح عزیز زندگی کو برباد اور رایگان کیا جاوے حدیث من شہد کے یہہ معنی نہین ہین کہ لوگ وجود باجود حضرت محمد رسول اللہ سے منکر ہو جاوین اور اسلام صرف لا الہ الا اللہ ہی قرار دین مستیقن کی مضبوط قید اور شرط اس امر کو ظاہر کرتی ہے کہ خدا کی پاک کتابون اور رسولون کا ماننا بہی لازم اور فرض ہے خدا کی ذات فیض آیات کو وہی شخص بالاستیقان تسلیم کریگا کہ جو اُسکے ضروری احکام اور واجبی آداب کو بہی قبول کرے خدا کے سارے حکمون اور فرضون کو (جو بالایضاح والصریحۃ قرآن مین بیان کئے گئے ہین اور اُنہین کو ایمان اور اسلام کہا گیا ہے) چہوڑ دینا اور پہر اس امر کا مدعی ہونا کہ مین خدا پرست ہون اپنے مونہہ سے میان مٹہو بننا ہے۔ یہہ عجب خدا پرستی ہے خدا کے حکمون اور فرضون کو تو جہوٹا اور بناوٹی جاننا اور خدا پرستی کا دعوی کرنا اُن دنون مین جبکہ ہمارے سید صاحب گورنمنٹ کی طرف سے ملازمون کے معزز جماعت مین محسوب ہوتے تہے اگر اپنی کوٹہی مین ہی بغیر کسی کام کرنیکے بیٹہے رہتے تو یقیناً چار ہی دن مین گہر کو براجتی سید صاحب اسیواسطے اتنی مدت ملازم رہے کہ گورنمنٹ کے اصولون اور احکام پر چلتے رہے خدا کے ضروری حکمون کو تو نہ ماننا اور دعوی کرنا کہ مین خدا پرست ہون ایک ہی بات ہے۔

کسی کا ماننا نہ ماننا اُسیوقت ظاہر ہوتا ہے کہ جب اُسکے حکمون کو مانا یا نہ مانا جاوے کیا نافرمان غلام صرف اپنے آقا کے نام ہی لینے سے بلا کسی قسم کی اطاعت اور فرمانبرداری اور اقبال الاحکام کے فرمان بردار اور سچا غلام قرار دیا جا سکتا ہے ہرگز نہین ؎ خشک ابریکہ بود ز آب تہی ٭ ناید از وے صفت آبدہی ٭ جب قرآن مین صاف طور پر آگیا کہ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ تو پہر ہم کس طرح خدا کے رسولون سے انکار کرین آنحضرت کے قول کے صرف یہی معنی ہین کہ بالاستیقان خدا کے احکام مندرجہ قرآن کو جنمین تصدیق مرسلین اور تسلیم کتب الہامیہ بہی داخل ہین مانو اور انہین کے بموجب عملدرآمد کرو۔ قرآن سے ثابت ہوتا ہے کہ

خدا نے نبیون کے نہ ماننے کو بہی کفر اور موجب دخول دوزخ قرار دیا ہے - جو مشرکون اور کافرون کی سزا ہے چنانچہ فرماتا ہے ومن یعص اللہ ورسولہ فان لہ نار جہنم خالدا فیہا - منکر رسالت کو بہی قرآن مین مشرک سے تعبیر کیا گیا ارشاد ہوتا ہے وما یؤمن اکثرہم باللہ الا وہم مشرکون جب منکرین رسالت بہی مشرک اور کافر قرار پا چکے ہین تو انکو مسلمان ومحمدی قرار دینا قرآن اور رسول کا خلاف کرنا ہے چونکہ حضرت کی حدیث من شہد اوسے احکام الہی بالاستیقان سے متعلق تہی اسیواسطے آنحضرت نے دوسری حدیثون مین اقرار رسالت کی بابت تاکید مزید فرمائی ہے - ما من احد یشہد ان لا الہ الا اللہ وان محمد رسول اللہ صدقا من قلبہ الا حرمہ اللہ علی النار - صحیح بخاری مین ابوہریرہ سے مروی ہے والذی نفسی بیدہ لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من ولدہ ووالدہ اور ترمذی مین ہے عن عبد المطلب انہ سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ذاق طعم الایمان من رضی باللہ ربا وبالاسلام دینا وبمحمد نبیا - ان حدیثون سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت تصدیق رسالت کو ایمان اور اسلام کی جزو اعظم خیال کرتے ہین اسیواسطے خدا نے قرآن مین منکران رسالت آنحضرت کو خلود فی النار کا خوف دلایا ہے اور انکو کافر قرار دیا ہے - افسوس حدیث من شہد کی لفظ بالاستیقان اور لفظ لا الہ الا اللہ نے سید کی طبیعت کو خراب کر دیا اگر ذرا غور کرتے تو پا جاتے - وہی شخص خدا کو بالاستیقان مانیگا کہ جو اسکے سارے حکمون اور اوامر ونواہی پر دل سے اعتبار کریگا تسلیم اور اقرار بالاستیقان کی تعریف ہی یہی ہے کہ دل سے خدا کی کتاب اور اس کے رسولون اور بزرگون اور احکام وفرایض کو مانا جاوے اور اسکے ہر ایک حکم کو سچا اور مصئون عن الاغلاط اور مامون عن الاسقام سمجہا جاوے رسولون کو قانون اور احکام اور کتاب اسیواسطے دیجاتی ہے کہ اُن کے متبعین اُن پر چلین اور انکو اپنا قانون اور اصول قرار دین اگر تنزیل کتب الہامیہ سے یہہ غرض اور مدعا نہ تہا تو اُن کا نزول عبث ٹہرتا ہے تعزیرات ہند جسکو سید صاحب بہی برسون استعمال مین لا چکے ہین اور جسکی سعے سے بیسیون مجرمون کو جیل مین بہیج چکے ہین عمل ہی کیواسطے ہی اگر عمل کیواسطے نہ ہوتی تو لوگون کو اُسکے قوانین اور قواعد کے اعراض اور انحراف سے سزا نہ ملتی - ہر ایک شی کے

رائج کرنے اور اشاعت سے کچھہ نہ کچھہ غایت ہوتی ہے بعثت انبیا علیہم السلام اور تنزیل قوانین الہی سے یہہ غرض اور منشا ہے کہ مخلوق انپر چلے اور نجات ابدی کے وارث اور مالک بنے - توریت اور انجیل مین بہی ایماندار اسیکو کہا جاتا ہے جو خدا کی کتابون اور رسولون پر یقین رکہے اور انپر عمل کرے قرآن مین تو کہلے طور پر تاکید کی گئی ہے ارشاد ہوتا ہے یایہا الذین آمنوا امنوا باللہ ورسوله والکتاب الذی نزل علی رسوله والکتب الذی انزل من قبل ومن یکفر باللہ وملٰئکته وکتبه ورسله والیوم الاخر فقد ضل ضلالا بعیدا (سورہ نسا، رکوع ۲۰) جب آنحضرت مبعوث ہوئے اور قرآن کی تعلیمات کے اشتہار اور انتشار کو زور تہا تو اسوقت مین اکثر عرب اور غیر ملکون کے یہودی موحد تہے بلکہ انبیا علیہم السلام کو بہی بجز حضرت مسیح علیہ السلام کے مانتے تہے اگر حضرت کا یہی منشا اور مدعا تہا کہ لوگ صرف اقرار توحید بلا استیقان تام کے جسمین خدا کی کتابون اور رسولون کا ماننا بہی لازم آتا ہے مسلمان اور محمدی ہو سکتے ہین تو اُن کو کیون گمراہ اور کافر کہا گیا ہزارون برس تک تصدیق رسالت کی بابت ہی مباحثات ہوتی رہی اگر تصدیق رسالت کا مسئلہ درمیان مین نہ ہوتا تو ایک ہی آن مین عرب اور دوسرے ملکون کے تمام یہودی اور یونی ٹیرین وغیرہ جو موحد اور خدا پرست تہے مسلمان اور مومن بنجاتے ہزارون یہودی صرف مسئلہ رسالت کی بابت ہی حضرت سے متنفر اور کشیدہ خاطر ہو گئے اُس نازک وقت مین آنحضرت کا اس مسئلہ کو رائج نہ کرنا صریحًا اس امر پر دال ہے کہ حضرت منکران رسالت کو کافر اور گمراہ خیال کرتے تہے حدیث من شہد کی اعلان سے جو حضرت عمرؓ نے صحابی کو منع کیا اُسکا یہی باعث ہو کہ حضرت عمر کی دانست مین صحابی مُعلن نے استیقان کے معانی پر غور نہین کی تہی شاید اُس نے استیقان کے لفظ سے استیقان محدود المحصور فی جزو لا الہ الا اللہ سمجہہ لیا ہوگا چونکہ اصل مین آنحضرت کی مراد اس استیقان سے (جیسا کہ آن حضرت کی دوسری حدیثون سے ظاہر ہوتا ہے) استیقان کُلّی تہا یعنی خدا کے تمام حکمون کو بالاستیقان ماننا اسواسطے حضرت عمر نے اس صحابی کی غلط فہمی کے باعث منع کیا فافہم† - **قولہ** - جن لوگون کی نسبت کہا جاتا ہے کہ خدا کے وجود کے بہی قایل نہین ہین مین تو اُن کو بہی مسلمان جانتا ہون - **اقول** - آپ

---

† اس خیال پر آپنے بیانیہ دلیل پیش کی ہے - ولہ اسلم من فی السموات والارض طوعًا وکرہًا والیہ یرجعون -

بیشک انکو مسلمان جانین قرآن اور بانی اسلام تو انکو کافرون اور مشرکون سے بہی خراب اور بدتر خیال کرتے ہین آیت له اسلم من فی السموات والارض طوعًا وکرهًا دہریون اور منکران خدا کا مسلمان قرار دینا سید صاحب کا ہی کام ہے کیون نہ ہو عربی اور انگریزی کے اعلی درجہ کے فاضل ہین اس سمجہ سے خوب ہی علم وفضل ظاہر ہو رہا ہے - آیت مین تو ذکر ہے کہ جو شخص طوعًا وکرہًا مسلمان ہوا آپنے اس سے منکران خدا کا مسئلہ کہان سے نکال لیا طوعًا وکرہًا اسلام کا قبول کرنا اور چیز ہے اور خدا کے وجود سے منکر ہونا اور شے - واہ خوب عقل ہے اب تہوڑے اور آگے چلکر فرماتے ہین کہ منکران خدا کا دل بلحاظ امر طبعی مصدق وجود خدا ہے کیا کہین بیان تو سید صاحب نے کمال ہی کر دکہایا منکرین کہے جاتے ہین کہ ہم خدا کو مانتے اور جانتے ہی نہین اور سید صاحب انکو مصدق بناتے ہین وہی بات ہوئی مدعی سست اور گواہ چست خدا تو قرآن مین اپنے نبی کی معرفت اس امر کو ظاہر کرے کہ اگر کوئی شخص نبیون اور مرسلین مین سے ایک نبی اور مرسل کو بہی نہ مانیگا تو مین اسکو دوزخ مین ڈالون گا اور سید صاحب اسکو جنتی بناتے ہین **مصرعہ** ببین تفاوت راہ از کجاست تا بکجا ؎ اس قول کے آگے سید صاحب نے اپنے پرانے طریق کے موافق علمائے محمدیہ کی توہین اور فضلائے اسلامیہ کی تکفیر شروع کی ہے ہمارا منصب نہین کہ ہم بہی سید صاحب کی طرح جادہ تہذیب اور منصب آدمیت سے جدا ہوکر تمسخر اور ٹہٹہہ پر کمربستہ ہون ہمارا اس آیت پر عمل ہے ادع الی سبیل ربك بالحكمة الخ مبارک ہین وہ لوگ کہ جو ٹہٹہہ کرنیوالون اور برا کہنے والون کو برا نہین کہتے بلکہ صدق دل سے باوقات خمسہ دعا کرتے ہین کہ اے خدا انکو اسلام کے صاف اور سیدہے اور وسیع راستہ پر چلا تاکہ وہ بہی تیری رحمتون اور عنایتون مین شامل ہوکر مسرور اور بہرہ ور ہون - اللهم آمین -

راقم

نصیر الدین احمد عفی عنہ

مقام الہ آباد -

Digitized by Khilafat Library Rabwah.